جدید تحریک نسواں اور اسلام ۔۔۔ایک تحقیقی مطالعہ

عبدالودود سرپرہ*

ABSTRACT:

The beginning of modern movement for women's rights traces with the establishment of organization, "The united Nations" which came out into existence as a result of Second World War In this connection, conferences as a result of Mexico, Copenhagen, Nairobi, and in Beijing under the supervision of U.N in which first of all demand for women's rights and then the demand for equal rights of women grew powerful. Initially in the Islamic world it began from Egypt and then started whole world of Islam from Turkey, Iran and Afghanistan. And eventually how it got transformed into the deception of women's independence from women's right, is not only a moment of anxiety for Islamic world but for the whole humanity as well.

Keywords: Women, Freedom, Rights, Conferences, Islam, U.N.

جدید تحریک حقوق نسواں کا آغاز:

بین الاقوامی سطح پر اب تک منعقد ہونے والی خواتین کے حقوق سے متعلق تمام کانفرنسز کی جڑیں دوسری جنگ عظیم کے نتیجے میں وجود میں آنے والی بین الاقوامی تنظیم اقوام متحدہ کے قیام سے جاملتی ہیں۔اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق دنیا سے غربت اور جہالت کا خاتمہ، بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی اور دنیا کے تمام ممالک میں بسنے والے لوگوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہی درحقیقت اقوام متحدہ کے بنیادی مقاصد ہیں۔(۱)

انہی مقاصد نے اقوام متحدہ کے قیام (۱۹۴۵ء) کے فوراً بعد انسانی حقوق کے کمیشن Human Rights Commission کو جنم دیا۔(۲)

اور اس کمیشن کے صرف ایک ہی سال کے بعد بین الاقوامی افق پر خواتین کے حقوق سے متعلق ایک Women Rights Commission قیام عمل میں آیا۔اس کے مقاصد بالکل وہی تھے جن کا پرچار یورپ میں فرانسیسی انقلاب کے بعد شروع ہونے والی Feminist تحریک یا آزادی نسواں کی تحریک کے علمبردار اب تک کرتے آئے تھے۔اسی تحریک کے ثمرات کی روشنی میں اقوام متحدہ کے کمیشن برائے نسوانی حقوق کے مقاصد کا تعین کیا گیا جس کا سب سے بڑا نعرہ عورتوں

* لیکچرر گورنمنٹ انٹر کالج، مچھ بلوچستان　　برقی پتا: Azizmandai86@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۲/۳/۲۰۱۶ء

کیلئے مردوں کے مساوی حقوق اور خواتین سے امتیازی سلوک کا خاتمہ تھا۔(۳)

اس کمیشن نے اپنے قیام کے بعد یورپی ملکوں میں تو اپنی آواز پہنچادی تھی مگر پوری دنیا میں عورتوں کے حقوق کا صحیح معنوں میں ادراک کروانا ایک ضروری اور ناگزیر امر تھا۔۱۹۶۰ء کا عشرہ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء تک کا عرصہ تحریک کے عروج کا عرصہ رہا۔اس عرصے میں عورتوں سے متعلق بہت سے مسائل پر آواز اُٹھائی گئی انہیں بین الاقوامی سطح پر متعارف کروایا گیا۔

ا۔خواتین کی پہلی عالمی کانفرنس میکسیکو

۱۹۷۲ء کے اوائل میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۹۷۵ء کے سال کو عالمی خواتین کا سال قرار دیا اور ۱۹۷۵ء میں میکسیکو شہر میں دنیا بھر کی خواتین کی عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا۔اس عالمی کانفرنس کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری کو پروان چڑھانا اور وسعت دینا۔

۲۔ ترقی کی راہ میں عورتوں کی بھرپور شرکت کو یقینی بنانا۔

۳۔ بین الاقوامی امن وسلامتی کے فروغ میں خواتین کی شرکت کو بڑھانا۔

اس کانفرنس میں عالمی برادری کو باور کروایا گیا کہ دنیا کے اکثر علاقوں میں عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جارہا ہے جو کہ بتدریج ایک گھمبیر مسئلے کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔اس کانفرنس میں خواتین نے اپنے حقوق کا ادراک کروانے کے لئے جو تجاویز پیش کیں وہ سوشل لبرل اور ریڈیکل نقطہ نظر کے عین مطابق ہیں۔

اس کانفرنس میں جن مطالبات پر بہت زور دیا گیا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تعلیم ۲۔ طبی سہولیات ۳۔ سیاست میں عورتوں کی شرکت

اوراس طرح کے دیگر مطالبات

کانفرنس کے مطالبات کی روشنی میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۵ء تک عورتوں کا عشرہ منانے کا اعلان کردیا۔اس کے بعد خواتین کی ترقی اور حقوق کی بحالی کا ایک نیا دور عالمی اُفق پر طلوع ہوا۔اس عمل کے نتیجے میں عورتوں کی الگ حیثیت سے متعلق مباحثے منعقد کروائے گئے۔مقاصد کے تعین اور ان مقاصد کی راہ میں حائل رکاوٹوں کی نشان دہی کی گئی اور حقوق نسواں سے متعلق پیش رفت کا جائزہ لیا گیا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے یہ کانفرنس عورتوں کی ترقی اور حقوق کی بحالی کی طرف عالمی دنیا کی توجہ مبذول کروانے کیلئے منعقد کروائی تھی تاکہ حالات کا ادراک کرکے بہترین حکمت عملی تیار کی جاسکے۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے مقاصد کے حصول کے لئے تین اہم اہداف کی نشان دہی کی جنہیں عورتوں کے بارے میں اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کی بنیاد کہا جاتا ہے۔میکسیکو سٹی کانفرنس کے اجلاسوں کے موضوعات تشکیل دینے میں عورتوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

اس کانفرنس میں ۱۳۳ ممالک کے وفود نے شرکت کی جن میں سے ۱۱۳ وفود کی سربراہان خواتین تھیں۔(۴)

خواتین کے عالمی سال پر اقوام متحدہ نے خواتین کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک لائحہ عمل دیا۔خواتین کا عالمی سال خواتین کانفرنسز کے مسلسل انعقاد میں بھرپور مددگار ثابت ہوا۔ان کانفرنسز میں خواتین کی ترقی، سلامتی اور مساویانہ سلوک سے متعلق گلوبل پالیسی ڈاکومنٹس پر توجہ مرکوز کی گئی۔۱۹۹۵ء میں بیجنگ میں ہونے والی خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس کے پلیٹ فارم کو اس مقصد کے حصول کے لئے بھرپور طریقے سے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

خواتین کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد حکومتی سطح پر ہوا، جس میں خواتین کے حوالے سے ان کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی اور ماضی میں خواتین کی ترقی، سلامتی اور مساویانہ سلوک سے متعلق کیے گئے اقدامات کا جائزہ لیا گیا۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے پلان کی منظوری دی اور ۱۹۷۶ء تا ۱۹۸۵ء کو "عشرہ برائے خواتین" (اقوام متحدہ) قرار دیا گیا۔ایک درمیانی عشرہ یعنی گزشتہ پانچ سال کی مدت کی کامیابیوں کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ پانچ سال کے اہداف کا تعین کیا گیا۔

۲۔خواتین کی دوسری عالمی کانفرنس (کوپن ہیگن):

یہ کانفرنس ۱۹۸۰ء میں کوپن ہیگن میں منعقد ہوئی۔اسے عورتوں کے بارے میں دوسری کانفرنس قرار دیا جاتا ہے۔ اس کانفرنس میں میکسیکو سٹی کانفرنس میں جو عالمی لائحہ عمل تشکیل دیا گیا تھا اس کا جائزہ لیا گیا۔

میکسیکو سٹی کانفرنس کا تجزیہ

اس کانفرنس میں ۱۴۵ رکن ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔کانفرنس میں تجزیہ کیا گیا کہ میکسیکو سٹی کانفرنس کے مقاصد کا حصول بہتر طریقے سے ممکن ہو جانے کے باوجود حقوق نسواں کے حصول اور استعمال کے بارے میں عورتوں کی صلاحیت میں فرق کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کانفرنس نے تین شعبوں میں بھرپور اقدام کرنے کی نشاندہی کی۔یہ تین شعبے درج ذیل ہیں:

۱۔تعلیم　　۲۔روزگار　　۳۔علاج معالجہ

کانفرنس نے کہا کہ ان تینوں شعبوں تک خواتین کی یکساں رسائی ضروری ہے۔یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کوپن ہیگن کانفرنس کا اجلاس بھی سیاسی کشیدگیوں کے تناظر میں منعقد ہوا۔اور اگرچہ کانفرنس کا اختتام عملی پروگرام یا عملی لائحہ عمل کی منظوری سے ہوا لیکن یہ لائحہ عمل اتفاق رائے سے منظور نہ ہوسکا۔اس کانفرنس میں عورتوں کے قانونی حقوق اور ان کے اعمال کے سلسلے میں خواتین کی صلاحیتوں میں کمی اور فرق کے اسباب کی نشاندہی کی گئی۔(۵)

۱۔ معاشرے میں عورتوں کا کردار بہتر بنانے کے کام میں مردوں کی مناسب شرکت کا فقدان

۲۔ نامناسب سیاسی عزم اور ارادہ　　۳۔ معاشرے میں عورتوں کے کردار کی اہمیت تسلیم کرنے کا فقدان

۴۔ منصوبہ بندی میں عورتوں کی خاص ضروریات پر نامناسب توجہ

۵۔ فیصلہ سازی کے عمل میں اہم عہدوں پر خواتین کی کمی

۶۔ امداد باہمی، ڈے کیئر منسٹرز اور قرضوں کی سہولتوں جیسے قومی زندگی کے شعبوں میں عورتوں کے کردار کی حمایت کے لئے نامناسب سروسز

۷۔ ضروری مالیاتی وسائل کی مجموعی قلت

۸۔ عورتوں کی دستیاب مواقع کے بارے میں ان میں شعور کا فقدان

اس کانفرنس میں حقوق نسواں کیلئے موثر مکمل اقدامات پر زور دینے کے ساتھ مندوبین نے عورتوں کے دقیانوسی اور روایتی رویوں کے خاتمے پر بھی زور دیا۔ دوسری کانفرنس میں دوسری مدت کے پلان آف ایکشن کا تعین کیا گیا اور مساوات کی تعریف کی گئی۔ اس کی رو سے مساوات کا مطلب صرف قانونی مساوات ہی نہیں بلکہ ترقی کی راہ میں برابر مواقع، برابر ذمہ داریاں اور بنیادی حقوق میں برابری ہے

۳۔خواتین کی تیسری عالمی کانفرنس (نیروبی)

خواتین کی تیسری کانفرنس میں تمام حاصل شدہ تجربات، خواتین کی ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اقوام متحدہ کے "عشرہ برائے خواتین" کے نتائج کا جائزہ لیا گیا، تاہم میکسیکو کانفرنس میں متعین شدہ تمام اہداف کا حصول ممکن نہ ہوسکا۔ سب سے بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ عالمی سطح پر خواتین کے مسائل اُبھر کر سامنے آئے۔ خواتین کی زندگی اور ان کے حالات پر معلومات کا بڑے پیمانے پر تبادلہ کیا گیا اور ایک اہم قدم اس کانفرنس میں یہ اٹھایا گیا کہ ترقی کی تعریف کو خواتین کے تناظر میں جدت دی گئی۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری نے نیروبی کانفرنس میں عورتوں کی ترقی کیلئے لائحہ عمل بنانے پر زور دیا۔ اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ ہر پانچ سال بعد عورتوں کی ترقی کا جائزہ لینے کے لئے سروے کروائے جائیں گے۔

این جی اوز کا اس کانفرنس میں شرکت کا مقصد خواتین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا نہیں تھا بلکہ انہوں نے اقوام متحدہ کی دستاویزات کی تیاری میں اور حکومت کے ساتھ تنظیم سازی میں ایک نیا رُخ فراہم کیا۔ خواتین نے اپنے آپ کو منظّم کیا اپنی حکومتوں سے ملیں اور ایسے ایشوز کو حکومت کے سامنے پیش کیا جن کو لینے میں وہ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے مسائل کے حل کے لئے نہ صرف مقامی سطح پر بلکہ بین الاقوامی طور پر عملی اقدامات کیے۔ مزید برآں این جی اوز کے نمائندے سرکاری کارروائی کی نگرانی کرنے اور حکومتی وفود سے زبان اور دوسرے ایشوز پر بات چیت کرنے کے لئے موجود تھے۔ این جی اوز کے اس تصور کو علاقائی یا بین الاقوامی منصوبہ بندی کی کمیٹیوں کے ذریعے این جی اوز نے خود فروغ دیا۔ این جی اوز نے اس تصور کے فروغ کیلئے سیمینار، لیکچرز، ورکشاپس، نمائش، مظاہرات، اجلاس، تھیٹرز، کنسرٹ اور دوسرے فنکارانہ پرفارمنسز کو استعمال کیا۔

نیروبی کانفرنس کا جائزہ

عورتوں کے متعلق تیسری عالمی کانفرنس عورتوں کے مساویانہ حقوق اور ان کے بارے میں اقوام متحدہ کے خواتین سے متعلق عشرے کی کامیابیوں کا جائزہ لینے کے لئے منعقد کی گئی۔ ۱۹۸۵ء میں نیروبی میں ہونے والی اس کانفرنس میں غیر سرکاری

تنظیموں کے ۱۵۰۰۰ ،نمائندے شریک ہوئے۔اس کانفرنس کے بیشتر شرکاء نے عورتوں کے مساویانہ حقوق کے لیے عالمی تحریک کا آغاز قرار دیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ میکسیکو کانفرنس کے موقع پر عالمی اقتصادی اور سیاسی صورت حال کی وجہ سے جو اختلافات کشیدگی اختیار کر چکے تھے،ان دس برسوں کی محنت کے بعد ترقی،مساوات اور امن کے پرچم تلے ایک متحدہ بین الاقوامی قوت بن گئے۔لیکن اعداد و شمار کی روشنی میں تجزیہ کرنے پر بات سامنے آئی کہ کوپن ہیگن کانفرنس کے بعد عورتوں کے حقوق کے لیے کیے جانے والے اقدامات ناکافی ثابت ہوئے۔اس کانفرنس میں شرکاء نے یہ محسوس کیا کہ اہداف کے حصول کے لئے نئی حکمت عملی طے کرنے کی ضرورت ہے۔گزشتہ صدی کے اواخر تک کے لئے ایک ترقی پسندانہ حکمت عملی طے کی گئی اور شرکاء نے اس کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا اس دستاویز میں کہا گیا کہ تمام وسائل عورتوں ہی کے مسائل ہیں۔(۶)

اس کانفرنس میں تمام انسانی معاملات کے حل اور فیصلہ سازی کے سلسلے میں خواتین کی شرکت کو سیاسی اور سماجی ضرورت قرار دینے کے علاوہ ان کو خواتین کا جائز حق تسلیم کیا گیا۔اقوام متحدہ کی طرف سے کتاب "خواتین ۲۰۰۰" نامی دستاویز میں جن بنیادی اقدامات کی نشان دہی کی گئی وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ آئینی اور قانونی اقدامات ۲۔ سماجی شرکت میں مساوات

۳۔ سیاسی شرکت اور فیصلہ سازی میں مساوات

یہاں یہ امر نہایت اہم ہے کہ اس کانفرنس میں تمام مسئلوں کو عورتوں کے مسائل قرار دیا گیا تھا لہذا اس ترقی پسندانہ دستاویز میں روزگار،صحت،تعلیم،سماجی بہبود سے لے کر سائنس،صنعت مواصلات اور ماحول تک ہر شعبے میں اقدامات کی سفارش کی گئی۔بعد ازاں اس کانفرنس کی دستاویز کی پیروی کرتے ہوئے جنرل اسمبلی نے اقوام متحدہ سے کہا کہ عالمی ادارے کے تمام شعبوں میں عورتوں کے مسائل سے متعلق مراکز قائم کیے جائیں۔(۷)

ستمبر ۱۹۹۴ء میں UNO کی طرف سے قاہرہ میں بہبود آبادی کانفرنس کے نام سے ایک کانفرنس کا انعقاد ہوا۔اس کانفرنس کے ذریعے اقوام متحدہ کے ممبر ممالک میں جنسی آزادی اور کنڈوم کلچر کو رائج کرنے کیلئے اقدامات کیے گئے۔اس کانفرنس میں بھی خواتین کے حقوق کو انسانی حقوق قرار دیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ رکن ممالک عورت کو ممکنہ حد تک مرد کے مساوی حقوق دیں۔پچھلی تمام کانفرنسوں میں پیش کیے جانے والے تمام قراردادوں کے علاوہ جو نئے امور قابل غور ہیں ان میں عورتوں کو روزگار کی بآسانی فراہمی اور عورتوں پر تشدد کا خاتمہ شامل تھا۔(۸) کانفرنس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ قوانین اور اصول وضوابط کے تحت ان تمام باتوں پر عمل کرنے کیلئے رکن ممالک حتی الوسع جدوجہد کریں۔

۴۔خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس بیجنگ 5+

عملی لائحہ عمل بیجنگ کانفرنس ۱۹۹۵ء

بیجنگ میں خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس (۴۔۱۵ ستمبر ۱۹۹۵ء) کے سولہویں مکمل اجلاس میں عملی لائحہ عمل کی منظوری

دی گئی تھی۔اس لائحہ عمل، خواتین کو فیصلہ سازی کا حق دینے میں انتہائی اہمیت کا حامل (PWA) ہے۔اس لائحہ عمل کے تحت خواتین کی حیثیت کو بہتر بنانے کیلئے ۱۲/اہم اور توجہ طلب شعبے ہیں، جن میں خواتین اور غربت، تعلیم و تربیت، صحت، تشدد، مسلح تصادم اور معیشت، حکومت اور فیصلہ سازی میں خواتین کا کردار، خواتین کی ترقی اور انتظامی طریقہ کار، خواتین کے انسانی حقوق، خواتین اور میڈیا، خواتین اور ماحولیات اور بچیوں پر کام کرنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ دنیا بھر میں خواتین کی بنیادی آزادیاں، انسانی حقوق، گھر اور کام میں ہر سطح اور مرحلے پر مردوں کے برابر حقوق دلانیکی حکمت عملی طے ہو جائے۔(۹)

اس کانفرنس کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ ملکی سربراہان سے لیکر غریب طبقے تک ہر سطح کی خواتین کانفرنس میں شریک ہوئیں۔اس کانفرنس کو بیسویں صدی میں عورتوں کا سب سے بڑا اجتماع قرار دیا جاتا ہے۔اس میں تقریباً ۳۰,۰۰۰ خواتین نے شرکت کی۔اس کانفرنس میں بارہ مسائل کی نشاندہی کی گئی۔جنہیں عورتوں کی بہبود کی راہ میں بڑی رکاوٹ تصور کیا جاتا ہے۔(۱۰)

بیجنگ کانفرنس میں جو بنیادی تبدیلی دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ عورتوں کے مسائل سے توجہ ہٹا کر عورتوں اور مردوں میں مساوات کے نظریے پر توجہ مرتکز کی گئی۔اس کانفرنس میں تسلیم کیا گیا کہ معاشرے کے پورے ڈھانچے اور اس میں عورتوں اور مردوں کے تمام تعلقات کا دوبارہ جائزہ لیا جائے کیونکہ تشکیل نو کے ذریعے ہی عورت کو مکمل اختیارات مل سکتے ہیں۔اور عورت زندگی کے تمام شعبوں میں مرد کی مساوی فریق بن کر اپنا مقام حاصل کرسکتی ہے۔یہ بنیادی تبدیلی آئینہ دار تھی اس عزم کی کہ حقوق انسانی ہیں نیز جنسی مساوات ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔

اس کانفرنس نے متفقہ طور پر اعلان بیجنگ اور پلیٹ فارم فار ایکشن کو منظور کیا جو اکیسویں صدی میں عورتوں کی بہبود و ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔"پلیٹ فارم فار ایکشن" میں بھی ان بارہ مسائل کی نشاندہی کی گئی۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے "پلیٹ فارم فار ایکشن" کی توثیق کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں، بین الاقوامی تنظیموں، غیر سرکاری تنظیموں، نجی شعبوں اور تمام ملکوں پر زور دیا کہ کانفرنس کی سفارشات پر عمل درآمد کیلئے موثر اقدامات کیے جائیں۔اقوام متحدہ کو "پلیٹ فارم فار ایکشن" پر عمل درآمد کی نگرانی کا اہم کام بھی سونپا گیا۔

بیجنگ پلس ۵ کانفرنس کا جائزہ:

خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس (بیجنگ) کے پانچ سال گزرنے کے بعد مختلف ملکوں میں عمل درآمد کا جائزہ لیا گیا اور ختم نہ ہونے والے اور نئے ابھرنے والے مسائل کی نشاندہی کی گئی تاکہ اس سے متعلق ان ممالک میں ہونے والی پیش رفت اور ناکامیوں کو جانچا جاسکے اور اس ضمن میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے حکمت عملی طے کی جاسکے۔بیجنگ پلس فائیو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس کے طور پر ۵ سے ۹ جون ۲۰۰۰ء میں منعقد ہوا تھا۔ان بارہ نکات پر جو کہ بیجنگ میں لائحہ عمل کے طور پر دیئے گئے تھے اس کا جائزہ لینے کیلئے اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔اس کانفرنس کو عنوان دیا گیا:

"Women 2000, Gender, Equality, Development & Peace in the twenty

"first century (دو ہزار کی خواتین اور اکیسویں صدی میں صنفی مساوات امن اور ترقی)

اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں بیجنگ کانفرنس کے طے شدہ بارہ نکاتی ایجنڈے کی توثیق کو اقوام متحدہ کی جانب سے تمام ممبر ممالک پر حکماً نافذ کرنا تھا نیز خلاف ورزی کرنے پر اقوام عالم مجرم ملک کے خلاف ایکشن لینے کی مجاز قرار پائی تھیں۔اس کانفرنس کی تیاریاں ۱۹۹۵ء میں ہونے والی بیجنگ کانفرنس کے فوراً بعد شروع ہوئیں تاہم ۱۹۹۹ء اور ۲۰۰۰ء میں تیاریاں عروج پر پہنچیں۔اس کیلئے دنیا کے مختلف علاقوں میں گاہے بگاہے علاقائی کانفرنسیں منعقد کروائی جاتی رہیں۔ان میں نیو یارک میں ۱۵/مارچ ۱۹۹۹ء تک ہونے والی کے علاوہ (Pre_Com) کے علاوہ ۲۷ فروری سے ۱۷/مارچ تک نیو یارک میں میں ہونے والی کانفرنس نیز کھٹمنڈو، بنکاک اور دیگر ممالک میں ہونے والی علاقائی کانفرنسیں شامل ہیں۔اس کانفرنس کا ایجنڈا درجہ ذیل تھا۔(۱۱)

۱۔ خاتون خانہ کو گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر باقاعدہ معاوضہ دیا جائے

۲۔ ازدواجی عصمت دری پر قانون سازی اور فیملی کورٹ کے ذریعے مردوں کو سزا دلوانا

۳۔ طوائف کو جنسی کارکن قرار دینا ۴۔ ممبر ممالک میں جنسی تعلیم اور کنڈوم کے استعمال پر زور دینا

۵۔ اسقاطِ حمل کو عورت کا حق قرار دینا

ہم جنس پرستی کا فروغ۔(۱۲)

عالم اسلام میں تحریک آزادی نسواں کا آغاز:۔

اسلامی ممالک میں آزادی نسواں کی صدائے بازگشت سب سے پہلے مصر میں، پھر ترکی، ایران اور افغانستان میں شروع ہوئی مصر میں خصوصی طور پر تحریک آزادی نسواں نے خدیو اسماعیل پاشا کے عہد حکومت (۱۸۶۳ تا ۱۸۷۹ء) میں زور پکڑا اور عورتوں کیلئے جدید مغربی طرز کے سکول کھلنے لگے۔آزادی کی اس تحریک میں جو بعد میں بہت پھیل گئی، مصر کے معروف ادیب اور سماجی مصلح قاسم امین (۱۸۶۳ء تا ۱۹۰۸ء) نے بڑا حصہ لیا۔قاسم امین نے، جنہیں محرر المراۃ (عورت کو آزادی دلانے والا) کا خطاب دیا گیا۔آزادی نسواں کی تائید وحمایت میں دو کتابیں تحریر المراۃ (عورت کا آزادی) اور المراۃ الجدیدۃ (جدید عورت) تصنیف کیں۔

تحریک آزادی نسوں کے افکار ونظریات کی توسیع واشاعت میں ہدیٰ شعراوی (۱۸۷۹ تا ۱۹۴۹ء) نے بہت اہم کردار ادا کیا۔یہ بالائی مصر کیا ایک علاقے میں پیدا ہوئیں۔پورا نام نور الہدیٰ سلطان تھا۔مگر ہدیٰ شعراوی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ابتدائی تعلیم وتربیت قاہرہ میں حاصل کی۔حفظ قرآن کے ساتھ فرانسیسی زبان میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ ۱۳/برس کی عمر میں چچازاد بھائی علی شعراوی سے نکاح ہوا اور رخصتی عمل میں آئی۔لیکن ایک سال بعد ہی سات سال کے لیے شوہر سے علیحدگی ہوگئی۔اس دوران یہ تحریک آزادی نسواں سے متعارف ہوئیں۔۱۹۰۹ء میں قاہرہ یونیورسٹی میں پہلی

بار خواتین کیلئے خواتین کے ذریعے لیکچرز کا اہتمام کیا۔ ۱۹۱۴ء میں خواتین کے اندر مغربی اندازِ زندگی پیدا کرنے کے لیے الاتحاد النسائی التھذیبی کی بنیاد رکھی اور اسی مقصد کیلئے ایک دوسری انجمن کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ ان تنظیموں کا مقصد ادب وثقافت کے خوشنما نعروں کے پردے میں مصری خواتین کو اسلام کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا تھا۔ چنانچہ میاں اور بیوی نے مل کر اس فتنے کو خوب ہوا دی۔ ۱۹۱۹ء میں خواتین کی ایک احتجاجی ریلی منظم کرنے کے بعد وفد پارٹی کی خواتین شاخ لجنۃ المرکزیۃ للسیدات (خواتین کیلئے مرکزی وفد کی کمیٹی) کی مرکزی صدر مقرر کردی گئیں۔ ۱۹۲۳ء میں آزادی کے حصول کے بعد شعراوی نے "الاتحاد النسائی المصری" کی تاسیس کی اور اس کی صدر مقرر ہو کر مصر میں پہلی تحریک نسواں کی بھرپور قیادت کی۔ اسی سال روم کی ایک بین الاقوامی خواتین کانفرنس میں شرکت کے بعد وطن واپس آئیں تو ایک سیاسی مظاہرے میں شرکت کرتے ہوئے پہلی مرتبہ عوام کے سامنے چہرے کا نقاب نوچ کر پھینک دیا، اس کے بعد بے حجابی ان کی شعار بن گئی۔

۱۹۲۴ء میں انہوں نے خواتین کے مفت علاج کیلئے "دار لتعاون الاصلاحی" (اصلاحی تعاون کا گھر) کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۲۵ء میں فرانسیسی زبان میں ایک ماہنامہ جاری کیا۔ ۱۹۳۷ء میں عربی زبان میں ماہنامہ "المصریہ" کا بھی آغاز کردیا۔ ان دونوں رسالوں نے تحریک آزادی نسواں کیا افکار ونظریات کی خوب اشاعت کی اور پردے سے متعلقہ اسلام کے روایتی تصورات پر حملے کیے۔

اسلامی جمہوریہ مصر میں تحریک آزادی نسواں کی مخالفت بھی بہت ہوئی۔ چنانچہ مصری خواتین کو اسلام کے نظام ستر وحجاب سے آگاہ کرنے اور اجنبی مردوں سے ان کے آزادانہ میل جول کے خلاف "الاخوان المسلمون" کی خواتین شاخ الاخوات المسلمات نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ نعمت صلاتی نے التبرج اور مصر کے نامور محقق اور ماہر انشاء پرداز محمد فرید وجدی (۱۸۷۸ تا ۱۹۵۴ء) نے "امراۃ المسلمۃ" لکھ کر اسلام کے نظام عفت وعصمت کا موثر انداز میں دفاع کیا۔ اسی کتاب کا ترجمہ برصغیر میں اسی دور میں مولانا ابوالکلام آزاد نے "مسلمان عورت" کے نام سے کیا۔ مصر کے نامور عالم اور صاحب "تفسیر المنار" جناب سید رشید رضا نے حقوق النساء فی الاسلام کے عنوان سے اسی موضوع پر ایک اہم کتاب تالیف کی، اس کتاب کی تحقیق وتخریج بیسویں صدی کے نامور محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی نے کی۔ اس دور میں نامور اہل علم نے اس موضوع کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس موضوع پر اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت میں عربی اور دیگر زبانوں میں کئی کتب تالیف کیں۔ (۱۳)

عالمی تحریک نسواں کا نیا دور:

۱۹۴۰ء کی دہائی کے بعد تحریک نسواں کی عالمی تحریک ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔ اگرچہ روزِ اول ہی سے اس تحریک کی بنیاد روایتی اور قدیم طرز کے تمام اداروں اور نظریات (جس میں مذہب، خدا، الہامی ہدایت کی ضرورت اور وجود، اور روایتی خاندان اور شادی جیسے بنیادی ادارے شامل ہیں) کے مکمل انکار پر قائم تھی۔ تاہم ۲۰ویں صدی سے پہلے اس بغاوت اور انکار میں اتنی شدت نہیں آئی تھی جتنی ۱۹۲۰ء کی دہائی کے بعد نظر آتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں انیسویں صدی کے

اواخر تک اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں عورتوں کو معاشی، معاشرتی، مذہبی، سیاسی اور خاندانی حقوق دلوانا تھے۔بیسویں صدی کے اوائل تک جب تقریباً تمام یورپ اور امریکہ کی عورتیں بنیادی انسانی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں جس میں ووٹ اور تعلیم، شادی کرنے اور شادی سے علیحدگی کا حق، وراثت اور بچوں کی ملکیت جیسے حقوق شامل تھے، تو حقوق نسواں کی اس تحریک نے بھی اپنے مقاصد اور منزل کا نئے سرے سے تعین کیا۔

"اہداف کی یہ تبدیلی اتنی واضح اور بھرپور تھی کہ نظریاتی اور ایجنڈا کے اعتبار سے اس کو حقوق نسواں کی ایک مصنفہ میری وولسٹن کرافٹ کے الفاظ میں، عورتوں کا یہ سفر Feminist تحریک کے مختلف ادوار میں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔مشہور سے شروع ہوکر ان کیلئے ناجائز مراعات پر ختم U-turn ان کے جائز حقوق ہوگا۔اس پس منظر میں میری کے یہ الفاظ ایک حقیقت کا اعتراف بھی ہیں اور ایک سچ ہونے والی پیشن گوئی بھی۔(۱۴)

پھر ۱۹۴۰ء کے بعد "حقوق انسانی کے منشور" کی منظوری نے اس تحریک کے در پردہ اصل عزائم کو بے نقاب کیا۔یعنی وہ تمام امور جو کہ پہلے معاشرتی اور مذہبی دائرہ عمل کے اندر رہ کر طے کیے جاتے تھے، اب فرد کی ذاتی صوابدید اور انتخاب پر چھوڑ دیئے گئے۔اس ضمن میں انسانی زندگی کے جو پہلو خاص طور پر متاثر ہوئے اس میں مرد وعورت کا باہمی تعلق، عورت کی نفسیاتی اور جسمانی ضروریات اور ذمہ داریاں، جنسی آزادی، شادی بیاہ اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والی اولاد، ان کے دیکھ بھال اور پرورش وغیرہ کے امور شامل تھے۔انسانی آزادی کے منشور کے مطابق عورت اور مرد اپنی جسمانی اور جنسی ضروریات پورا کرنے کے معاملے میں مکمل طور پر آزاد قرار دیے گئے۔اس سلسلے میں مذہب اور معاشرے کی قائم کردہ حدود قیود کو انسانی نشو ونما اور قدرتی اور قدرتی صلاحیتوں کے راستے میں ایک رکاوٹ قرار دیتے ہوئے فرد کو ان پابندیوں سے مکمل آزاد کردیا گیا۔نہ صرف یہ بلکہ حقوق نسواں کے علمبرداروں نے فطرت کے مقرر کردہ اصولوں اور قوانین کو پس پشت ڈالتے ہوئے عورت اور مرد کو جنسی تسکین کیلئے صنف مخالف کی بجائے اپنی ہی صنف سے تعلقات قائم کرنے کو بھی جائز جانا اور انسانی آزادی اور انفرادی انتخاب کے نظریے پر عمل کرتے ہوئے صنفی آزادی یا آزاد جنس پرستی کا پرفریب اور گمراہ کن نعرہ بلند کیا۔نتیجتاً بالغ افراد کے درمیان قائم ہونے والا ہر تعلق انفرادی معاملہ قرار پایا، جس میں معاشرتی اور مذہبی قانون کو نہ تو مداخلت کا حق ہے اور نہ اختیار۔نہ صرف یہ بلکہ عورتوں کو بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال سے بری الذمہ کرتے ہوئے اسے ایک ریاستی فرض قرار دیا گیا۔اس پر ستم یہ کہ ان تمام غیر فطری اور غیر انسانی مطالبات کو بنیادی انسانی حقوق کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ اگر فطرت اور اس کے مسلمہ قوانین ان کے حقوق کے راستے میں ایک رکاوٹ بنے تو انہیں بدلنے میں کوئی تامل اور ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جائے گی۔لہٰذا ۱۹۷۱ء میں مشہور جریدے نیویارک ٹائمز میں شامل ایک مضمون نگار کے الفاظ میں "ہم جنس پرستی حقوق نسواں کے حصول کی راہ میں ایک اہم پیش رفت ہے۔

یہ ایک طرح کا سیاسی احتجاج اور بغاوت کا اظہار ہے جو کہ مردوں کی بے جا حاکمیت اور ظلم کے خلاف عورتوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔ہم مذہب،قانون،رسم ورواج میں مقید اپنے ذہنوں کی غلامی سے آزاد ہو کر ایک بھرپور زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور اگر اس طرزِ زندگی کی کوئی گنجائش فطرت میں موجود نہیں ہے تو فطرت کو ہر حال میں تبدیل کیا جانا چاہیے۔(۱۵)

لہٰذا اس نئے طرز زندگی اور سیاسی احتجاج کے نتیجے میں مذہب اور معاشرے کی طرف سے لگائی گئی تمام پابندیوں کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ یہاں تک کہ پاکیزگی اور عفت اور وفاداری کے مسلمہ اصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے انہیں حرام قوانین قرار دیا گیا جو مذہب اور اخلاقیات نے عورتوں کی آزادی اور شخصیت کو کچلنے کیلئے ایجاد کیے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خاندان کی اہمیت کم ہوتی گئی اور لوگوں میں انفرادیت کا رجحان رواج پانے لگا۔دوسرے کے لیے جینا اور دوسرے کے کام آنا اس ذہنیت کیلئے ایک اجنبی چیز بن کر رہ گئی۔حالانکہ خاندان کی بنیاد یہی ہے کہ اس میں ایک طرف مرد اور عورت ایک دوسرے پر اپنی جان بھی نچھاور کر دیتے ہیں تو دوسری طرف وہ اپنے بچے کیلئے اعلیٰ انسانی جذبات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اس کے جواب میں بچے بھی والدین کو سر آنکھوں پر بٹھانے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔اس طرح اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار پروان چڑھتی ہیں۔لیکن جدید حقوق نسواں کے نتیجے میں جو ذہنیت بنتی ہیں اس میں ان چیزوں کیلئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔چنانچہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ان تحریکوں نے خاندان کی بنیادوں کو اکھاڑنا شروع کر دیا،جس کے نتائج اب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

پھر خاندانی اعتبار سے جو ادارے خاص طور پر تحریک نسواں کے زیر عتاب آئے،اس میں مذہب اور معاشرے کی "پدر بنیاد" حیثیت شامل تھی۔مذہب اور خدا کو مردوں کے بنائے جانے والے بہت سے اداروں میں سے ایک ادارہ اور نظریہ قرار دیا گیا،جو صرف اور صرف مردوں کی ضروریات وخواہشات اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور اس کے بنیادی عقائد وارکان نہ تو معاشرے کے ایک طبقے کے لیے مخصوص ہیں اور نہ ہی ایک خاص گروہ یا افراد اس کے مخاطب ہیں۔اسلام اپنی فطرت میں نہ تو مردانہ ہے نہ ہی نسوانی بلکہ یہ ایک دین فطرت ہے۔جو خالصتاً انسانی اخلاق واقدار پر مشتمل ہے۔اللہ تعالیٰ خالق ہونے کے باوصف انسانی ضروریات (جس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں) سے بخوبی واقف ہے۔اسلامی احکامات واقدار جو خاص طور پر معاشرے اور خاندان سے متعلق ہیں انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں سے مکمل ہم آہنگ ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان احکامات کی تشریح جدید زمانے کے بنیادی تقاضوں اور ضروریات کو سامنے رکھ کر وسیع تناظر میں کی جائے تو یہ عورتوں کے حق میں باعث رحمت اور معاشرے کیلئے باعث سکون ثابت ہو سکتے ہیں۔اس سلسلے میں مسلمان علمائے دین کی ذمہ داری بہت اہم ہے۔اندھی تقلید پیروی اور جمود نے انہیں بہت حد تک تحقیق وجستجو کے جوہر سے ناآشنا کر دیا جس کے نتیجے میں اسلامی فقہ لوگوں کیلئے احکام وہدایات کا ایک لامتناہی اور نہ سمجھ آنے والا مجموعہ بن گئی ہے۔جس میں عمل کرنے والا عنصر بہت کم جبکہ لاحاصل بحث وتمحیص کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے متعلق اٹھنے والے ان منفی اور گمراہ کن افکار کا صحیح طور پر علمی طریق پر جواب دیا جائے، ورنہ موجودہ زمانے میں اٹھنے والے بہت سے فکری اور علمی مباحث اسلام کی معاشرتی اقدار اور خاندانی بنیادوں کے لیے مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک عقیدے کے طور پر عیسائیت کا زوال اس کے علما کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہوا جنہوں نے جدید ذہن میں اٹھنے والے شکوک وشبہات کا علمی جائزہ لینے اور جواب دینے کی بجائے انہیں پر تشدد طریقے سے ختم کرنے کی ناکام کوشش کی اور اس کوشش میں خود ایک حرف غلط کی طرح مٹ کر رہ گئی۔

خلاصۂ تحقیق:

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا آزادی نسواں کی تحریکیں واقعی عورت کیلئے آزادی کا ذریعہ ثابت ہوئیں یا درحقیقت یہ ان کے لیے غلامی کا طوق بن کر رہ گئیں۔ عورت کو آزادی و مساوات کے دلفریب نعروں کے دھوکے میں مبتلا کر کے اس کے لیے سیاست اور حکومت کے ایوان کھولے جا رہے ہیں، لیکن جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے نظر آئے گی کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر یا وزیر اعظم بن گئیں؟ کتنی خواتین کو جج بنایا گیا؟ کتنی عورتوں کو دوسرے بلند مناصب کا اعزاز نصیب ہوا؟ اعداد وشمار جمع کیے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند فی لاکھ ہوگا۔ ان گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ کر لا یا گیا ہے، وہ "آزادی نسواں" کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں جا کر دیکھئے تو دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں۔ ریستورانوں میں کوئی مرد ویٹر شاذ ونادر ہی کہیں نظر آئے گا، ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتیں انجام دے رہی ہیں۔ ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے، ان کے بستر کی چادریں بدلنے اور "روم اٹنڈنٹ" کی خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں۔ دوکانوں پر مال بیچنے کا کام بھی عورتوں ہی سے لیا جا رہا ہے۔ دفاتر کے استقبالیوں پر عام طور پر عورتیں ہی تعینات ہیں۔ اور بیرے سے لے کر کلرک تک کے تمام "مناصب" زیادہ تر اسی صنف نازک کے حصے میں آئے ہیں جسے "گھر کی قید سے آزادی" عطا کی گئی ہے۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب وغریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں اپنے اور اپنے شوہر، اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور اولاد کے لیے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے۔ لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لیے کھانا پکائے۔ ان کے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے، دوکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کے ناز برداری کرے تو یہ "آزادی" اور "اعزاز" ہے؟ پھر یہ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عورت کسب معاش کے آٹھ آٹھ گھنٹے کی سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی۔ گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے ذمے ہیں، اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانا پکانے، برتن دھونے

اور گھر کی صفائی کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔(۱۶)

عورتوں کو گھر سے باہر نکالنے کے لیے آج کل ایک چلتا ہوا استدلال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم اپنی نصف آبادی کو عضو معطل بنا کر قومی تعمیر و ترقی کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔ یہ بات اس شان سے کہی جاتی ہے کہ گویا ملک کے تمام مردوں کو کسی نہ کسی کام پر لگا کر مردوں کی حد تک "مکمل روزگار" کی منزل حاصل کر لی گئی ہے۔ اب نہ صرف یہ کہ کوئی مرد بے روزگار نہیں رہا بلکہ ہزار ہا کام افرادی قوت کے انتظار میں ہیں۔

حالانکہ یہ بات ایک ایسے ملک میں کہی جارہی ہے جہاں اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل مرد سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں، جہاں کوئی چپڑاسی یا ڈرائیور کی اسامی نکلتی ہے تو اس کے لیے سیکڑوں گریجویٹ اپنی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں اور اگر کوئی کلرک کی جگہ نکلتی ہے تو اس کیلئے ماسٹر کی ڈگریاں رکھنے والے دسیوں افراد اپنی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تحریک آزادی نسواں نے عورت کیلئے مصیبتوں میں اضافہ کیا، اس کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں اور زینت خانہ کی جگہ شمع انجمن بن کر رہ گئی ہے۔

(عورتوں کو ان کے مرتبہ و مقام اور صلاحیتوں کے مطابق تمام حقوق فراہم کرنے کی ضرورت ہے، جس کا حکم قرآنِ کریم اور سنتِ رسول ﷺ میں ملتا ہے۔مدیر)

مراجع وحواشی

۱۔ Universal Declaration of Human Rights united nations Department of Public information

۲۔ Human right at your finger tips united nations card

۳۔ پروفیسر ثریا بتول علوی، جدید تحریک نسواں اور اسلام، ادارہ مطبوعات خواتین لاہور، ص ۲۵

۴۔ کشور ناہید: تدوین کار "سیاسی جماعتوں کا کارکنان کیلئے اہم معلومات، پتن ترقیاتی تنظیم، ص ۴۴

۵۔ Nairobi forward looking strategies for the advancement of women united nation P 5

۶۔ Nairobi forward looking strategies for the advancement of women united nation P 5

۷۔ خواتین ۲۰۰۰ء: اقوام متحدہ، ص ۲ ۸۔ ایضاً ص: ۳،۲ ۹۔ خواتین ۲۰۰۰ء، اقوام متحدہ۔ ص ۳

۱۰۔ United nations Department of Public Information : http://www..un.prg/geninfo:www.org.. geninfo/www.un.org///:httpInformation.PublicofDepartmentnations

۱۱۔ Women from Beijing, a Platform a clean mandate for progress.United nations page 5

۱۲۔ پروفیسر ثریا بتول علوی: ماہنا محدث لاہور۔ جولائی ۲۰۰۰ء: ص ۷۔۹

۱۳۔ محمد آصف احسان عبدالباقی، آزادی نسواں یا فحاشی کا فروغ، ماہنامہ محدث، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۲

۱۴۔ اسماء آفتاب، عالمی تحریک نسواں، ابن آدم نمبر، ماہنامہ، بتول لاہور، ص ۱۳۴

۱۵۔ اسماء آفتاب، عالمی تحریک نسواں، ابن آدم نمبر، ماہنامہ، بتول لاہور، ص ۱۳۴

۱۶۔ تقی عثمانی آزادی نسواں کا فریب، ماہنامہ محدث، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۴